اسلامی حکومتیں اور شفاخانے

ایشیائی قوموں میں کسی سلطنت کی عظمت و شان یا پستی و تنزل کا اندازہ ہمیشہ فتوحات ملکی اور فوجی طاقت سے کیا جاتا تھا اور غالباً یورپ کا بھی آج سے دو سو برس پہلے یہی حال تھا۔ اسکا یہ اثر تھا کہ اُس عہد کی تاریخی تصنیفات میں کسی سلطنت اور حکومت کے متعلق جو واقعات لکھے جاتے تھے وہ زیادہ تر فتوحات اور خانہ جنگیوں کے واقعات ہوتے تھے۔ اسلامی تاریخیں بھی اس الزام سے بری نہیں اور یہی وجہ ہے کہ آج کل یورپ نے اسلامی تاریخوں کا نام "قصاب کی دوکان" رکھا ہے۔ یورپ کے طعنہ دینے کی بہ نسبت ہمکو زیادہ افسوس یہ ہے کہ اس طرز تحریر نے مسلمانوں کے بہت سے عجیب و غریب کارنامے گمنامی کی خاک میں دفن کر دیئے۔ ہم نہایت قوی دلیلوں سے اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی حکومت کا زمانہ۔ مہذب حکومت کا زمانہ تھا۔ انتظام کے جدا جدا صیغے قائم تھے اور ہر صیغہ کا وزیر یا سکرٹری الگ تھا۔ ہمیشہ تیسویں برس تمام اراضی کی پیمایش ہوتی تھی اور زمین کی افزایش اور لیاقت کے لحاظ سے دفتر خراج کی اصلاح و ترمیم ہوتی تھی۔ پبلک ورک یعنی منافع عامۃ کا وسیع محکمہ تھا جو سڑکوں کی درستی۔ پلوں کی مرمت۔ شہر کی صفائی

حفظان صحت۔ اور اس قسم کے تمام امور کا متکفل تہا۔ غرض ایک مہذب سلطنت کے جو لوازمات ہیں سب تہے۔ لیکن آج ہم ان کی تفصیل بتانے سے بالکل عاجز ہیں اور یہی عجز ہے جو ہمکو اپنے قدیم تاریخوں کی شکایت پر مجبور کرتا ہے۔

بہرحال یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی حکومت کی تہذیب و تمدن کے متعلق جدا جدا عنوان قائم کیے جائیں اور جہاں تک ممکن ہو ان کے متعلق نہایت تفصیلی مضامین لکہے جائیں اگر اس طریقہ میں ہمکو کامیابی ہوئی تو ان مضامین کا مجموعہ جو وقتاً فوقتاً ہمارے میگزین میں شایع ہوتے رہینگے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کی مکمل تاریخ بنجائیگا اور اسوقت ہم اسکو ایک مستقل کتاب کی صورت میں شائع کر سکینگے

یہ آرٹکل پبلک ورک کی ایک خاص شاخ یعنے شفاخانوں کے متعلق ہے۔

اس قسم کی خودرو طبابت جو لازمۂ زندگی ہے۔ ہر قوم میں ہمیشہ پائی جاتی ہے اور عرب میں بھی ہمیشہ سے موجود تھی لیکن علمی طبابت جو کسب و تعلم کی محتاج ہے۔ اسکا پتہ بھی عرب میں مدت سے چلتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نبوت سے پہلے۔ حارث بن کلدہ نے جو طائف کا رہنے والا تہا۔ فارس میں جا کر طب کی تحصیل کی۔ اور وہاں سے واپس آکر قوم کی زبان سے طبیب العرب کا خطاب حاصل کیا۔ طبابت کے تعلق سے اُسنے نوشیرواں کے دربار میں بھی رسائی حاصل کی تھی۔ اسکا بیٹا نضر بن حارث اس سے زیادہ نامور ہوا اور اسکے بدولت علم طب کو عرب میں زیادہ ترقی ہوئی یہاں تک کہ حضرت عمر نے جب فارس پر لشکر کشی کی تو فوج کے ساتھ بہت سے طبیب و جراح بھی بہیجے۔

حارث بن کلدہ

امیر معاویہ نے عرب کو چھوڑ کر دمشق کو پایہ تخت بنایا اور سلطنت اور دربار کے ٹھاٹھ جمائے۔ چنانچہ ایک عیسائی طبیب جسکا نام ابن آثال تہا خاص دربار کا طبیب مقرر ہوا۔ اس کے سوا

اور بہت سے طبیب دربار سے تعلق رکھتے تھے۔

تمدن کی وسعت کے ساتھ اس صیغہ کو بھی برابر ترقی ہوتی گئی۔ اور ملک میں بہت سے جراح و طبیب پیدا ہو گئے۔ جو بطور خود اپنے گھروں پر علاج کرتے تھے۔ کیونکہ اس وقت تک شفاخانوں کا طریقہ نہیں قائم ہوا تھا۔ سب سے پہلے جس نے اس کی بنیاد ڈالی وہ حکومت بنی اُمیہ کا تیسرا تاجدار ولید بن عبدالملک تھا۔ ولید کو رفاہ عام کے کاموں سے طبعی لگاؤ تھا۔ اور اس صیغہ میں بہت سے کام ہیں جو اول اسی کے ہاتھوں سے عمل میں آئے اول اسی نے مہمان خانہ عام قائم کیا۔ ملک میں جس قدر اندھے اور مفلوج تھے سب کی فہرست مرتب کرا کے ان کے وظیفے مقرر کر دیئے اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک خادم متعین کیا۔ جذامیوں کے روزینے مقرر کر دیئے اور حکم دیا کہ گھر سے نہ نکلنے پائیں۔ اسی سلسلہ میں شفاخانے کی بنیاد ڈالی جو ۸۸ھ ہجری میں بن کر طیار ہوا اور بہت سے طبیب و جراح علاج کے لیے متعین ہوئے[1]

سب سے پہلا شفاخانہ

محکمہ طبابت کے قائم ہونے سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ یہودی و عیسائی علما کثرت سے دربار میں باریاب ہوئے اور یونانی علوم و فنون سے واقف ہونے کا رستہ کھلا۔ کیونکہ طب کی عمدہ تصنیفات یونانی ہی زبان میں تھیں اور ان کے ترجمے کے بغیر علاج اور دواسازی وغیرہ میں ترقی نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ اسی زمانے میں ماسرجویہ یہودی نے اہرن قس کی کتاب کا سریانی زبان سے ترجمہ کیا۔ اور یہ کتاب شاہی کتب خانہ میں داخل کی گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد حکومت میں اس ترجمہ کو کتب خانہ سے نکلوا کر نقلیں کرائیں اور بہت سے نسخے تمام لوگوں کے استعمال کے لیے شائع اور مشتہر کیے[2]

رفتہ رفتہ تمام ملک میں کثرت سے شفاخانے قائم ہو گئے دولت عباسیہ کے آغاز میں

---

[1] مقریزی دوم ۴۰۵۔ [2] طبقات الاطباء صفحہ ۱۶۳ جلد اول۔

جندیساپور کے شفاخانے نے جسکا مہتمم اور معالج جارجس تھا نہایت شہرت پائی۔ جارجس یونانی زبان کا بہت بڑا ماہر تھا اور فن طب میں اجتہاد کا منصب رکھتا تھا۔ اس نے شفاخانوں کے استعمال کے لیے سریانی زبان میں ایک نہایت عمدہ قرابادین طیار کی جسکا ترجمہ زمانہ مابعد میں حنین بن اسحاق نے عربی میں کیا۔ ۱۴۸ھ میں خلیفہ منصور عباسی بیمار ہو کر زندگی سے مایوس ہو گیا تو جارجس کے نام طلبی کا فرمان بھیجا۔ جارج نے شفاخانہ کا اہتمام بیٹے کے سپرد کیا اور دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ اس کے علاج سے منصور کو شفا ہو گئی۔ منصور کی فرمایش سے اسنے یونانی زبان کے بہت سی کتابیں عربی زبان میں ترجمہ کیں۔ اس مشہور شفاخانہ کا دوسرا ڈاکٹر ساپور بن سہل تھا۔ جو متوکل کے زمانے میں تھا اور ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ اسنے ایک نہایت مفصل قرابادین طیار کی جس میں سترہ باب تھے۔ کئی سو برس تک تمام شفاخانوں میں اسی قرابادین پر عمل درآمد رہا۔ ماسویہ جو ایک نامی طبیب گذرا ہے اور جس کے حالات علامہ ابن ابی اصیبعہ نے کسی قدر تفصیل سے لکھے ہیں۔ اسی ہسپتال میں تیس برس تک دوا سازی اور مرہم پٹی کا کام کرتا رہا۔

ویدک کا داخل ہونا

عباسیوں کے ابتدائی زمانے تک تمام شفاخانوں میں یونانی یا فارسی طبابت کے اصول کے موافق علاج ہوتا تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ برامکہ کے طفیل سے ویدک بھی شامل ہو گئی۔

یحییٰ بن خالد برمکی نے جو ہرون الرشید کا وزیر اعظم اور دولت عباسیہ کا دست و بازو تھا ایک شخص کو ہندوستان بھیجا کہ وہاں جو دوائیں اور نباتات علاج میں برتی جاتی ہیں انکو بہم پہنچا کے ساتھ لائے۔ یحییٰ نے ہندوستان کے نامی طبیبوں اور ویدکوں کو بھی دربار میں طلب کیا چنانچہ منکہ سالے۔ اور ابن دہن۔ بغداد میں آئے۔ منکہ نے بہت سے سنسکرت کتابوں کا جو طب کے متعلق تھیں عربی زبان میں ترجمہ کرایا۔ ابن دہن اس شفاخانے کا افسر مقرر ہوا جو خاندان برامکہ

[1] فہرست صفحہ ۲۴۵۔

نے بغداد میں تعمیر کرایا تھا۔ بغداد میں اسوقت اگرچہ بہت سے شفاخانے موجود تھے مگر یہ مدت برامکہ ہی کے ہسپتال کو حاصل تھی کہ اسکا افسر اور ڈاکٹر ایک ہندو حکیم تھا۔ اس واقعہ سے ہم مسلمانوں کی بے تعصبی اور علمی قدردانی کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں۔ سرو جو ہندوستان کا ایک مشہور حکیم گذرا ہے۔ فن طب میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف دس مقالوں میں تھی۔ یحییٰ نے منکہ کو اس کے ترجمہ پر مامور کیا[1]۔ اور جب ترجمہ طیار ہو گیا تو حکم دیا کہ شفاخانہ میں قرابادین کے طور پر کام میں لایا جائے۔

ہرون الرشید نے ایک خاص ہسپتال اد تعمیر کرایا اور ماسویہ کو جسکا ذکر اوپر گذر چکا ہے اس کا مہتمم اور ڈاکٹر مقرر کیا۔ رشید کے زمانے میں طبابت کا مستقل اور وسیع سررشتہ قائم ہو گیا متعدد شفاخانے ایک ایک ڈاکٹر کی نگرانی میں تھے۔ اور ایک شخص تمام شفاخانوں کا انسپکٹر جنرل ہوتا تھا جو رئیس الاطباء کے لقب سے پکارا جاتا تھا یہ عہدہ اول بختیشوع کو ۱۷۱ھ میں اور بعد اس کے بیٹے جبرئیل کو ۱۷۵ھ میں ملا۔ جبرئیل کی تنخواہ دس ہزار درہم ماہوار تھے اور پانچ ہزار ماہوار بھتہ تھا[2]۔ یہ تو خاص عہدہ کی تنخواہ تھی۔ دربار خلافت۔ زبیدہ خاتون۔ برامکہ وغیرہ کے ہاں سے جو سالانہ مقرر تھا اُس کی تعداد کئی لاکھ تھی جس کی تفصیل خود جبرئیل کے کاغذات حساب سے علامہ ابن ابی اصیبعہ نے نقل کی ہے بختیشوع اور جبرئیل دونوں باپ بیٹے عیسائی تھے۔ اور باوجود اسکے ہرون اور مامون کے دربار میں ان کو یہ عزت حاصل تھی کہ وزراء اور امراء ان کے دست نگر رہتے تھے یہاں تک کہ جبرئیل کا بیٹا بختیشوع۔ لباس۔ سواری۔ سازوسامان حشمت وشوکت میں خود خلیفہ وقت کا مقابلہ کرتا تھا۔

انسپکٹر جنرل شفاخانجات کی تنخواہ۔

یہ تعجب ہے کہ باوجود اس کے کہ تمام ممالک اسلامی میں ہر جگہ شفاخانوں کا رواج ہو گیا تھا۔ مصر میں ایک مدت تک اس مقصد کے لئے کوئی خاص عمارت نہیں تعمیر ہوئی۔ علامہ مقریزی نے

[1] فہرست ۳۰۳ [2] طبقات صفحہ ۱۳۶۔ و ۱۴۳۔

مقاوفر کے ایک شفاخانے کا ذکر کیا ہے جو فتح بن خاقان وزیر خلیفہ المتوکل باللہ کے حکم سے تعمیر ہوا تھا۔ لیکن اس کی بنا کی تاریخ یا اور کسی قسم کی تفصیل نہیں لکھی۔ اس سے زیادہ یہ کہ ابن طولون کے ہسپتال کے ذکر میں لکھا ہے کہ اس سے پہلے مصر میں کوئی شفاخانہ موجود نہ تھا۔ ہماری دانست میں اس کی یہ وجہ ہے کہ اسلام سے پہلے۔ مصر۔ فن طب کا مشہور درسگاہ تھا اور بہت بڑے بڑے حکیم وطبیب موجود تھے جو یونانی حکما کے ہم پلہ سمجھے جاتے تھے۔ ان حکما کی وجہ سے مطب اور علاج کو نہایت ترقی تھی۔ ہر حکیم کا گھر گویا ایک مستقل شفاخانہ تھا۔ اور ممکن بلکہ غالب احتمال یہ ہے کہ باقاعدہ شفاخانے بھی موجود رہے ہوں۔ اسلام کے بعد ولید کے زمانے سے شفاخانوں کی بنیاد پڑی اور رفتہ رفتہ اسکا وسیع سررشتہ قائم ہوگیا۔ لیکن اس صیغہ کا تمام اہتمام مدت تک عیسائیوں کے ہاتھ میں رہا اور وہی انسپکٹر جنرل اور ڈاکٹر وغیرہ مقرر ہوتے تھے۔ اس حالت میں چنداں ضرورت نہ تھی کہ جو مطب گاہیں یا شفاخانے۔ نہایت عمدگی کے ساتھ پہلے سے قائم تھے انکو بے رونق کردیا جائے اور نئی عمارتیں قائم کی جائیں۔ بہرحال وجہ جو کچھ ہو۔ احمد بن طولون کے زمانے تک مصر میں کوئی اسلامی شفاخانہ موجود نہ تھا۔

احمد بن طولون۔ دولت عباسیہ کیطرف سے مصر ومغرب وشام کا گورنر تھا۔ اور چونکہ سلطنت عباسیہ کو روز بروز ضعف ہوتا جاتا تھا۔ اسکی حالت مستقل سلطنت تک پہنچ گئی تھی۔ ۲۶۱ھ میں اس نے ایک نہایت عظیم الشان شفاخانہ کی بنیاد ڈالی۔ اور طیاری کے بعد بہت سی جائداد اس کے مصارف کے لیئے وقف کی۔ صرف کا تخمینہ ساٹھ ہزار دینار ہوا جس کے کم سے کم تین لاکھ روپئے ہوتے ہیں اس میں علاج کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی بیمار علاج کے لیئے آتا تھا تو اس کے کپڑے اور جو کچھ اس کے پاس نقدی ہوتی تھی۔ لے لی جاتی تھی۔ اور شفاخانے کے خزانچی کے پاس امانت رہتی تھی شفاخانے کی طرف سے اسکو نیا کپڑا اور بچھانے کے لیئے بستر ملتا تھا۔ صبح اور شام دونوں وقت جراح اور ڈاکٹر

اُس کے دیکھنے اور دوا خوراک وغیرہ میں کمی بیشی کرنے کی غرض سے آتے تھے۔ جب صحیح ہوکر اتنی طاقت آجاتی تھی کہ روٹی اور مرغ کا شوربا کھانے لگتا تھا تب اسکو اُسکی امانت واپس کردی جاتی تھی اور ہسپتال سے چلے جانے کی اجازت ملتی تھی۔ احمد بن طولون ہمیشہ ہر جمعہ کو خود ملاحظہ کے لیے آتا تھا۔ اور دواخانہ وغیرہ کی جانچ کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک ایک مریض کے پاس جاکر دیکھتا تھا اور اُنکا حال دریافت کرتا تھا۔ پاگلوں کے علاج کے لیے الگ کمرے تھے اور نہایت خبرگیری سے اُنکا علاج ہوتا تھا۔

ایک جدت

احمد بن طولون نے اس صیغہ میں ایک اور جدت کی جو اور کہیں نہ تھی۔ ۲۶۳ھ میں اس نے جو بہت بڑی عظیم الشان جامع مسجد ایک لاکھ دینار کے صرف سے بنوائی اس میں ایک طرف ایک وسیع مکان بنوایا جس میں ہر وقت ہر قسم کی دوائیں اور شربت موجود رہتے تھے۔ ایک طبیب مقرر تھا جو ہمیشہ جمعہ کے دن وہاں نماز کے اول وقت سے اخیر تک بیٹھا رہتا تھا۔ مسجد میں اتفاقیہ کوئی شخص کسی عارضہ میں مبتلا ہوجاتا تھا تو طبیب کے پاس لایا جاتا تھا اور اسکا علاج ہوتا تھا۔

خلیفہ مقتدر باللہ کے عہد میں شفاخانوں کی ترقی

خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانے میں اس صیغہ کو نہایت ترقی ہوئی اور بہت سی نئی باتیں ایجاد ہوئیں۔ علی بن عیسی وزارت کا منصب رکھتا تھا اور اسکو رفاہ عام کے کاموں پر نہایت توجہ تھی۔ اتفاق یہ کہ اُس زمانے میں کثرت سے وبائی امراض پھیلے۔ سنان بن ثابت بن قرہ جو بہت بڑا مشہور طبیب اور صابی المذہب تھا شفاخانوں کا انسپکٹر جنرل تھا۔ علی نے اسکو متعدد فرمان اس بارہ میں لکھے اور شفاخانوں کے متعلق نئے نئے کارخانے قائم کیے۔ سب سے پہلے یہ کیا کہ چونکہ اسوقت تک جیلخانوں کے لیے علیحدہ ڈاکٹر نہیں ہوتا تھا۔ اس نے سنان کو حکم دیا کہ چند طبیب خاص جیلخانوں میں علاج کرنے کے لیے مقرر کیے جائیں شہر بری ڈسپنسری یعنی عارضی

جیلخانہ کا ہسپتال

لے یہ تمام تفصیل علامہ مقریزی نے کتاب الخلفاء والآثار میں لکھی دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۴۰۵ جلد دوم۔

عارضی شفاخانے

ہسپتالوں کا صیغہ قائم کیا۔ بہت سے طبیب مقرر ہوئے کہ چھوٹے چھوٹے قصبات میں جہاں طبیب اور شفاخانے نہیں ہیں دورہ کریں۔ اور ہر جگہہ دو دو چار چار دن ضرورت کے موافق قیام کرکے بیماروں کا علاج کریں ان طبیبوں کے ساتھہ ایک مختصر دواخانہ ہوتا تھا اور قصبات اور دیہات میں علاج کرتے پھرتے تھے۔

امتحان کا طریقہ قائم ہوا۔

ایک نئی بات یہ ہوئی کہ امتحان کا طریقہ قائم ہوا جو اس سے پہلے بالکل مروج نہ تھا۔ اسکی ابتدا یوں ہوئی کہ سنہ ۳۱۹ھ میں ایک نیم حکیم نے ایک بیمار کا غلط علاج کیا اور وہ مرگیا خلیفہ کو اُس کی اطلاع ہوئی تو یہ حکم صادر ہوا کہ کوئی شخص باقاعدہ جب تک امتحان نہ دے مطب اور علاج نہ کرنے پائے۔ سنان بن ثابت ممتحن مقرر ہوا اور ہزاروں طبیبوں نے امتحان دیا۔ بغداد کی وسعت اور تمدن کا اس سے اندازہ کرنا چاہیئے۔ کہ آٹھہ سو ساٹھہ آدمی امتحان میں پورے اُترے

آٹھ سو طبیب سند یافتہ تھے۔

اور انکو سند عطا کی گئی حالانکہ امتحان میں وہ لوگ شامل نہ تھے جنکا کمال پہلے سے مسلم تھا۔ یا جو لوگ دربار سے تعلق رکھتے تھے۔ سند میں تصریح ہوتی تھی کہ کس درجہ کا امتحان دیا ہے اور کس قسم کے علاج کی اسکو اجازت دی گئی ہے۔

مقتدر نے ان انتظامات کے علاوہ متعدد بڑے بڑے شفاخانے قائم کئے۔ ایک شفاخانہ اپنی ماں کے نام سے قائم کیا جسکا سالانہ خرچ سات ہزار دینار تھا جسکے اقل مرتبہ ۳۵ پینتیس ہزار روپیے ہوئے۔ یہ شفاخانہ ابن ہوا اور نظر کی خوبی کے لحاظ سے دجلہ کے کنارے تعمیر کیا گیا۔ محرم سنہ ۳۰۶ھ میں افتتاح کی رسم عمل میں آئی اور بہت سے طبیب و جراح معقول مشاہرہ پر متعین ہوئے۔ اسی سنہ میں ایک اور شفاخانہ اپنے نام سے قائم کیا جسکا ماہانہ خرچ دو سو دینار یعنی ہزار روپیہ ماہانہ تھا۔[1]

[1] یہ تمام تفصیل طبقات الاطبا صفحہ ۲۲۱ و ۲۲۲۔ اور منتقی فی اخبار ام القری ۱۹۱ میں سے۔

علی بن عیسیٰ کا شفاخانہ

علی بن عیسیٰ وزیر سلطنت نے اپنے صرف سے محلہ حربیہ میں سنہ ۳۰۲ھ میں ایک شفاخانہ قائم کیا۔ اور مشہور طبیب ابو سعید بن یعقوب الانصاری اسکا ڈاکٹر مقرر ہوا۔ اس زمانے کے قریب یعنی سنہ ۳۱۱ھ میں، محلہ درب المفضل میں۔ ابن الفرات نے ایک ہسپتال قائم کیا۔ اور ثابت بن سنان کو اسکے اہتمام کی خدمت دی۔ یہ وہ شفاخانے ہیں جو خاص بغداد میں تعمیر ہوئے اور جن کے حالات ہم کسیقدر تفصیل کے ساتھ معلوم کر سکے۔ لیکن اسلامی فیاضیوں نے تمام ممالک میں جس کثرت سے اس قسم کی مفید یادگاریں قائم کی ہونگی انکا شمار کون کر سکتا ہے۔

عضد الدولہ کا بیمثل شفاخانہ

بغداد۔ اگرچہ شفاخانوں سے معمور تھا تاہم آبادی کی کثرت کے لحاظ سے ابھی اور ضرورت تھی۔ اسی ضرورت کے لحاظ سے عضدالدولہ نے ایک اور شفاخانہ قائم کیا جسکی وسعت خوبی عمارت۔ کثرت الآلات۔ ترتیب اور درستی کے لحاظ سے مورخین نے تسلیم کیا ہے کہ تمام دنیا میں کوئی شفاخانہ اس کے مثل تعمیر نہیں ہوا۔

علامہ ابن خلکان کے خاص الفاظ یہ ہیں۔ لیس فی الدنیا مثل ترتیبہ۔ و اعدلہ من الآلات ما یقصر الشرح عن وصفہ۔ عضدالدولہ۔ دنیا کے مشہور بادشاہوں میں سے ہے۔ اسلام کی تاریخ میں وہ سب سے پہلا فرمانروا ہے جو بادشاہ کے نام سے پکارا گیا۔ بغداد میں خلفائے عباسیہ کے سوا۔ خطبہ میں کسی کا نام نہیں پڑھا گیا تھا۔ یہ فخر سب سے پہلے عضدالدولہ ہی کو حاصل ہوا۔ اس کی سلطنت نہایت وسیع اور منتظم تھی۔ وہ خود نہایت علم دوست اور خاصکر رفاہ عام کے کاموں کا نہایت دلدادہ تھا اس نے اپنے عہد میں حفظان صحت کے صیغہ کو نہایت ترقی دی۔ تمام اضلاع اور قصبات میں نئے شفاخانے قائم کیے اور پرانوں کی اصلاح اور مرمت کرائی۔ جس عظیم الشان شفاخانہ کا ہم نے اوپر ذکر کیا اس کی عمارت سنہ ۳۷۱ھ میں انجام کو پہنچی۔ یہ شفاخانہ درحقیقت ایک میڈیکل یونیورسٹی تھی

۱؎ طبقات صفحہ ۲۲۲

نہایت کثرت سے ہر قسم کے آلات مہیا کیے گئے تھے۔ اور بہت سے مشہور طبیب لکچر دینے کیلیے مقرر تھے۔ علاج کے لیئے دور دور سے مشہور طبیب بلاکر متعین کیے گئے تھے ان سب کی تعداد اول ۱۰۰ تھی۔ انتخاب کے بعد گھٹ کر ۲۴ رہ گئے جن میں۔ ابن بکس۔ ابو یعقوب۔ ابن شکرابا۔

۲۴ طبیب تھے

ابو عیسی۔ بنو حسنو۔ جیسے نامور اطبا داخل تھے۔

جراح

جراحوں میں سے ابو الخیر۔ ابو الحسن نفاح زیادہ نامور تھے۔ پٹی باندہنے والوں کا افسر ابو الصلت تھا جو اس فن میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔

کحال

بہت سے کحال تھے جن میں زیادہ مشہور ابو النصر بن الرحلی تھا۔ فزیکل سائنس کے بہت سے اساتذہ تھے۔ غرض فن طب کی جسقدر شاخیں ہیں سب کے مشہور ماہر اور استاد اسمیں لکچر دینے اور علاج کرنے کے لیئے مقرر تھے۔ اور ہر صیغہ میں متعدد لکچرار۔ اور پروفیسر تھے۔ آگے چلکر ایک مناسب موقع پر ہم بعض کے حالات بھی لکھینگے۔

چوتھی صدی

چوتھی صدی میں سلطنت اسلام کی وسعت نے بہت سے صاحب تاج و تخت پیدا کر دیئے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ سامانیہ۔ سلجوقیہ۔ غزنویہ۔ فاطمیہ۔ نوریہ۔ ایوبیہ۔ اتابکیہ۔ وغیرہ بڑی بڑی پرزور اور وسیع سلطنتیں قائم ہوگئیں۔ اگرچہ اس تفرق اجزا سے مجموعی قوت کو صدمہ پہونچا لیکن رفاہ عام کے صیغہ کو بہت ترقی ہوئی جس کی وجہ یہ تھی کہ جو نئی حکومت قائم ہوتی تھی اُسکو قبول عام حاصل کرنے کے لیئے اس سے بڑہ کر کوئی آلہ نہ تہا۔ اس سلسلہ نے طبابت کو بھی بہت فروغ دیا

شفاخانوں کی کثرت

اور ہر جگہہ نہایت کثرت سے شفاخانے قائم ہوئے چھٹی صدی میں جب علامہ ابن جبیر نے حج کی تقریب سے عراق و شام کا سفر کیا تو بغداد۔ موصل۔ حران۔ حلب۔ حماۃ۔ دمشق میں اس کثرت سے شفاخانے دیکھے کہ حیران رہ گیا چنانچہ اس نے اپنے سفر نامے میں ان شہروں کے شفاخانوں کا ذکر تفصیل اور اجمال کے ساتھ کیا ہے۔ اس عہد میں سلطان نور الدین اور صلاح الدین نے تمام ممالک

میں کثرت سے شفاخانے قائم کیے اُن میں سے بعض مشہور شفاخانوں کا ذکر ہم اس مقام پر کرتے ہیں

شفاخانہ نوریہ

نوریہ۔ یہ شفاخانہ نورالدین زنگی نے دمشق میں تعمیر کرایا تھا۔ کروسیڈ کے معرکوں میں یورپ
کا ایک فرمانروا نورالدین کی قید میں آگیا تھا۔ اُس نے ایک بیش قرار رقم اپنی رہائی کے لیے پیش کی
اور نورالدین نے اُسکو رہا کردیا۔ شفاخانہ مذکور اسی رقم سے طیار ہوا اور اس سے اُسکی لاگت کی
مقدار کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس کے خوب صورت اور بلند دروازے موید الدین نے طیار کیے
تھے جو فن نجاری میں نہایت کمال رکھتا تھا۔ اور جس نے محض فن نجاری کی تکمیل کے لیے اقلیدس
اور مجسطی کی تکمیل کی تھی شفاخانوں کا اب تک یہ دستور رہا کہ اُمرا اور دولتمندوں کو اُس میں علاج
کرانے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن نورالدین نے جو وقف نامہ لکھا اُس میں یہ اجازت دی کہ
"جو نایاب دوائیں یہاں کے سوا اور کہیں نہیں مل سکتیں اُن کے استعمال میں غریب و امیر سب
یکساں ہیں"۔ علامہ ابن جبیر نے [illegible] میں اُسکو دیکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ اس میں بہت سی محرر
منشی، طبیب، خدام نوکر ہیں۔ بیماروں کا رجسٹر منشیوں کے پاس رہتا ہے اور اُسمیں بیماروں
کے نام و نشان کے علاوہ اُن کے مصارف اور ضروریات کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔ اطبا صبح کے وقت
ہمیشہ ہر روز بیماروں کو دیکھتے ہیں اور اُن کی دوا اور غذا کی خبرگیری کرتے ہیں۔ روزانہ خرچ
کم و بیش سو روپیہ ہے۔ علامہ مذکور نے لکھا ہے کہ دمشق میں اسی قسم کا ایک اور شفاخانہ ہے۔
لیکن یہ نیا ہے اور زیادہ پرشان و شوکت ہے۔

صلاح الدین کا شفاخانہ۔

سلطان صلاح الدین نے جب فاطمیین کی سلطنت کو برباد کیا تو شاہی ایوانوں میں سے
ایک نہایت شاندار ایوان تھا جسکی دیواروں پر پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا۔ سلطان[1] اسکو دیکھ کر
کہا کہ یہ مکان شفاخانہ کے لیے موزوں ہے۔ چنانچہ [illegible] میں اسکو تھوڑے سے تغیر اور اصلاح

---

[1] طبقات الاطبا، صفحہ ۱۹۰

کے بعد شفاخانہ بنایا۔ اور بہت سے طبیب و جراح علمائے طبعیات۔ مشرف۔ عامل۔ خدام مقرر کیے[1]

علامہ ابن جبیر نے اُس کی نسبت یہ الفاظ لکھے ہیں" قاہرہ کا یہ شفاخانہ۔ صلاح الدین کے مفاخر میں سے ہے۔ وہ ایک نہایت خوبصورت اور شاندار ایوان ہے۔ بہت سے کمرے ہیں ہر کمرہ میں پلنگ بچھے ہیں جن پر سلیقہ سے بچھونے اور تکیے لگے ہیں۔ دواؤں کے لئے الگ کمرہ ہے اور اُس کے لیے دواساز اور منشی وغیرہ مقرر ہیں۔ عورتوں کے علاج کے لیے اسی سلسلہ میں ایک الگ قطعہ ہے اور ان کی خدمت۔ خبرگیری اور علاج کے لیے عورتیں مامور ہیں۔ پاگلوں کے علاج کے لیئے الگ مکانات ہیں۔ جنکا احاطہ نہایت وسیع ہے اور دریچوں میں لوہے کی جالیاں ہیں۔ شفاخانے کا اہتمام ایک طبیب سکرٹری کے متعلق ہے۔ اس کے ماتحت بہت سے نوکر ہیں جو صبح و شام دونوں وقت بیماروں کا ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور ان کی غذا اور دوا میں تبدیلی اور اصلاح کرتے رہتے ہیں۔ سلطان ہمیشہ خود شفاخانہ کے ملاحظہ کے لیے آتا ہے اور بیماروں کے معالجہ اور خبرگیری کی سخت تاکید رکھتا ہے"۔ علامۂ مذکور نے لکھا ہے کہ" قاہرہ میں بعینہ اسی درجہ کا ایک اور شفاخانہ ہے" سلطان مذکور نے اسکندریہ میں جو شفاخانہ قائم کیا وہ بھی نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ اور ایک خاص بات میں تمام اور شفاخانوں سے ممتاز تھا۔ یعنے جو لوگ شفاخانہ کے علاج کو خلاف شان سمجھتے تھے۔ اُن کے علاج کے لیئے۔ الگ طبیب اور جراح مقرر تھے جو اُن کے گھروں پر جا کر علاج کرتے تھے۔ البتہ یہ تخصیص تھی کہ یہ فیاضی صرف اُن لوگوں کے لئے مخصوص تھی جو مسافر اور اجنبی ہوتے تھے۔

نورالدین اور صلاح الدین کی تقلید سے شفاخانوں کے رواج کو اور ترقی دی ۶۸۳ھ میں ملک منصور قلاؤن جو اُس زمانہ تک فوجی افسر تھا۔ ایک سفر میں دمشق پہنچکر قولنج کے عارضہ

---

[1] مقریزی صفحہ ۴۰۷۔ جلد دوم۔

میں مبتلا ہوا۔ چونکہ مرض نہایت شدید تہا اور اطبا نے جو نایاب دوائیں تجویز کیں وہ اور کہیں نہیں مل سکتی تہیں اس لیئے نورالدین کے شفاخانے سے دوائیں منگوائی گئیں۔ قلاؤن کو جب شفا ہو گئی تو شفاخانے کے ملاحظہ کے لیئے گیا۔ اور دیکھکر متعجب ہو گیا۔ دل میں نیت کی کہ سلطنت حاصل ہو گئی تو اس سے بڑہ کر شفاخانہ بنواؤنگا۔ ۶۷۸ھ میں جب تخت نشین ہوا تو شفاخانے کی تعمیر شروع کی۔ جہاں تک ہمکو معلوم ہے شفاخانے عضدیہ کے سوا تمام ممالک اسلامی میں اس عظمت کا کوئی شفاخانہ کبہی تعمیر نہیں ہوا۔ اور بعض خصوصیتوں کے لحاظ سے تو اسکو عضدیہ پر بہی ترجیح حاصل تہی۔

قلاؤن کا بے نظیر شفاخانہ

فاطمین کے شاہی مکانات میں سے ایک بڑا وسیع محل تہا جسکو خلیفہ العزیز باللہ کے بیٹے نے تعمیر کرایا تہا۔ ان کی حکومت کی بربادی کے بعد سلطان صلاح الدین کے قبضہ میں آیا اور اسی کے خاندان میں وراثۃً چلا آتا تہا۔ قلاؤن نے شفاخانہ بنانیکا ارادہ کیا تو اس سے زیادہ موزوں کوئی عمارت نہیں مل سکتی تہی۔ چنانچہ مالک مکان سے اسکو خریدا اور ۶۸۳ھ میں شفاخانے کی بنیاد ڈالی۔ اس مکان کی قدیم صورت یہ تہی کہ چار بڑے بڑے ایوان تہے مکان کا کل احاطہ ۱۰۶۰۰ گز تہا احاطہ ہی میں ایک نہر تہی جس کے ذریعے ایوانوں میں پانی آتا تہا۔ قلاؤن نے ایوانات بدستور رہنے دیئے اور بہت سی نئی عمارتیں اضافہ کیں۔ تین سو قیدی اور بہت سے مزدور روزانہ کام کرتے تہے۔ مصر و قاہرہ میں جس قدر راج اور معمار تہے عام حکم تہا کہ شفاخانے کے سوا اور کہیں کام نہ کرنے پائیں۔ ستون جس قدر تہے عموماً سنگ مرمر یا صوّان یا سنگ خام کے تہے۔ قلاؤن خود روزانہ عمارت کے ملاحظہ کے لیئے جاتا تہا۔ غرض اس اہتمام اور سر و سامان سے پورے گیارہ مہینے میں عمارت بنکر طیار ہوئی۔ علامہ سخاوی نے لکہا ہے کہ یہ شفاخانہ قاہرہ کے نامی اور عظیم الشان عمارتوں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ قلاؤن نے اس کے مصارف کے لیئے بہت سی جائدادیں وقف کیں جن کی سالانہ آمدنی دس لاکہ درہم تہی۔ وقف نامہ میں لکہا کہ یہ شفاخانہ۔ امیر غریب۔

شفاخانہ کی سالانہ آمدنی دس لاکہ تہی۔

ebooks.i360.pk

غلام۔ آقا۔ بادشاہ۔ رعیت۔ سب کے لئے عام ہے۔ بلکہ جو لوگ شفاخانے میں نہ آئیں وہ بھی اس کی دوائیں استعمال کر سکتے ہیں۔

ہر مرض کے علاج کے لیئے جدا جدا کمرے

ایک خاص التزام یہ تھا کہ ہر مرض کے علاج کے لیئے جدا جدا کمرے تھے۔ چنانچہ بخار والوں کے لیئے قدیم کے چاروں ایوان تھے۔ آشوب چشم۔ لرزہ۔ اسہال وغیرہ بیماریوں کے لیئے الگ مکانات تھے۔ مردوں اور عورتوں کی تفریق الگ تھی۔ یعنے دونوں کے لیئے جدا جدا قطعے تھے ان کے علاوہ اور بہت سے کمرے تھے۔ جو کھانا پکانے۔ دوا بنانے۔ بیماروں کے رجسٹر رکھنے۔ طب کے درس دینے اور اسی قسم کے کاموں کے لیئے مخصوص تھے۔ لطف یہ کہ ان تمام کمروں میں نہر کے ذریعے سے پانی آتا تھا۔ اور ہر وقت پانی کی جدولیں جاری رہتی تھیں۔

شفاخانے کے ساتھ ایک مدرسہ بھی تھا جس میں چاروں مذہب کے فقیہ تعلیم دیتے تھے انتظام کی درستی اور ترتیب کے لیئے شفاخانے کو متعدد صیغوں میں تقسیم کیا تھا اور ہر صیغہ کا سکرٹری الگ تھا جس کثرت سے لوگ اسمیں علاج کو آتے تھے اُنکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ معمولی شربت چھوڑ کر۔ شربت انار وغیرہ کے روزانہ پانسو رطل صرف ہوتے تھے۔

پانسو رطل روزانہ شربت کا صرف تھا

مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے شفاخانے۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی بہت سے شفاخانے قائم ہوئے۔ ۶۲۸ھ میں خلیفہ مستنصر نے مکہ معظمہ میں جو عالیشان شفاخانہ بنوایا تھا۔ شریف مکہ حسن بن عجلان نے ۸۱۶ھ میں چالیس ہزار کے صرف سے اس کی مرمت کی۔ سلطان ظاہر بیبرس المتوفی ۶۷۶ھ نے مدینہ منورہ کے قدیم شفاخانے کی مرمت کی۔ اور مصر سے ایک طبیب اور ہر قسم کی معجون اور دوائیں بھجوائیں۔

ہندوستان میں بھی کثرت سے شفاخانے موجود تھے اور اگر ہم مقریزی کی روایت کا اعتبار کریں تو صرف ایک شہر دہلی میں محمد تغلق کے زمانے میں ستر شفاخانے جاری تھے۔ جہانگیر نے ۱۰۱۴ھ میں تخت نشین ہونے کے ساتھ جو بارہ احکام صادر کیئے اُن میں ایک یہ تھا کہ شہر ہائے

کلاں دارالشفاہا ساختہ اطبا بجہت معالجہ بیماران تعین نمایند و آنچہ صرف و خرچ می شدہ باشد از سرکار خالصہ شریفہ می دادہ باشند"

شفاخانے کی تاریخ میں چند امور لحاظ کے قابل ہیں۔

شفاخانوں کی کثرت کی وجہ۔

(۱) شفاخانوں کی کثرت کی بڑی وجہ یہ تھی کہ جو شفاخانے کسی بادشاہ کے دورِ حکومت میں قائم ہوتے تھے وہ اس وجہ سے آیندہ برباد نہیں ہونے پاتے تھے کہ شفاخانہ اور اس کے متعلق جو جائداد ہوتی تھی وقف میں داخل تھی اور وقف میں شرعاً کسی کو تصرف کا اختیار نہیں ہے نیا حکمراں جو حکومت کے تخت پر بیٹھتا تھا وہ قدیم یادگاروں پر خواہ مخواہ کچھ اضافہ کرنا چاہتا تھا۔

(۲) شفاخانے کی کوئی قسم اور کوئی نوع ایسی نہ تھی جو موجود نہ تھی۔ سفری شفاخانے اور جمعہ مسیحہ کے شفاخانے کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ فوجی شفاخانے کا بھی نہایت معقول انتظام تھا۔

فوجی ہسپتال

طبیبوں اور دواؤں کا انتظام تو خود صحابہؓ کے زمانے میں موجود تھا۔ لیکن فوجی شفاخانہ کی باقاعدہ بنیاد سب سے اول سلطان محمود نے ڈالی۔ سلجوقیوں کا فوجی شفاخانہ دو سو اونٹوں پر چلتا تھا[1]

شفاخانوں کے افسر ماہرین فن ہوتے تھے۔

(۳) ایک خاص امر قابل لحاظ ہے کہ وقتاً فوقتاً جو اطبا۔ شفاخانوں کے افسر یا انسپکٹر جنرل مقرر ہوتے تھے وہ عموماً مجتہد الفن اور استاد الفن ہوتے تھے۔ ابوبکر رازی جو فن طب کا ایک رکن ہے اور جسکی تصنیفات سے (جو سو سے متجاوز ہیں) ابن سینا نے فائدہ اٹھایا ہے۔ رے کے شفاخانے کا ڈاکٹر تھا۔ سعید بن یعقوب دمشقی۔ جو ۳۰۲ھ میں بغداد۔ و مکہ۔ و مدینہ کے شفاخانوں کا افسر مقرر ہوا مشہور حکیم گذرا ہے۔ اس نے عربی زبان میں یونانی وغیرہ سے بہت سی کتابیں ترجمہ کیں سنان بن ثابت جو مقتدر باللہ کے زمانے میں شفاخانوں کا انسپکٹر جنرل تھا۔ فن طب کے ارکان میں سے شمار کیا جاتا ہے۔ طبقات الاطبا میں اس کے حالات پڑھنے سے اس کی وقعت کا اندازہ

---

[1] تاریخ سلجوق صفحہ

ہو سکتا ہے۔

عضدیہ شفاخانے میں ہمیشہ ۲۴ طبیب کام کرتے تھے اور ہر ایک اپنے فن کا استاد ہوتا تھا
ان میں سے بعض کا حال ہم نہایت اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں۔

ابوالحسن کشکرایا۔ یہ مشہور حکیم تھا اور پہلے سیف الدولہ کے دربار میں نوکر تھا۔ سنان بن ثابت
کے تمام شاگردوں میں نہایت ممتاز تھا۔

نظیف القس۔ عیسائی تھا اور بہت سی زبانیں جانتا تھا۔ یونانی سے بہت سی کتابیں عربی زبان
میں ترجمہ کیں۔

ابوالفرج۔ یہ حکیم اور فلاسفر تھا۔ اور عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ اس نے ارسطو اور بقراط و
جالینوس کی کتابوں پر بہت سی مفید شرحیں اور حاشیے لکھے۔ ابن سینا نے اپنی تصنیفات میں اسکا
ذکر کیا ہے اور اس کے کمال کا اعتراف کیا ہے۔ وہ شفاخانے میں علاج کے علاوہ طب پر لکچر بھی
دیتا تھا۔ اس کی تصنیفات کی مطول فہرست طبقات الاطبا میں مذکور ہے۔

ابراہیم بن بکس۔ مختلف زبانیں جانتا تھا۔ عربی زبان میں یونانی وغیرہ کی بہت سی کتابیں ترجمہ
کیں۔ یہ طب پر لکچر دیا کرتا تھا۔

سعید بن ہبۃ اللہ خلیفہ مستظہر باللہ کا طبیب تھا۔ اسکی تصنیفات میں سے مغنی۔ کتاب الاقناع
وغیرہ ہیں۔

امین الدولہ بن تلمیذ۔ مشہور عیسائی حکیم تھا۔ سریانی۔ فارسی۔ عربی۔ زبانیں جانتا تھا خلیفۂ
وقت نے اسکو بغداد کے محکمۂ طبابت کا افسر مقرر کیا تھا اور تمام اطبا اسکی خدمت میں حاضر ہوتے
تھے۔ عضدیہ شفاخانہ بھی اسی کی ماتحتی میں تھا۔ اس کی بہت سی مفید تصنیفات یادگار ہیں۔

عمدہ دواؤں کو بہم پہنچانیکا انتظام

(۳) شفاخانوں کے ساتھ دواؤں کے عمدہ بہم پہنچانے کا بھی نہایت اہتمام تھا عطار جو دوائیں

پہنچتے تھے اُن کی جانچ اور امتحان کے لئے ایک خاص محکمہ تہا جسکے افسر کا لقب رئیس العشابین ہوتا تھا۔ اس عہدے پر ہمیشہ وہ اطبا مقرر ہوتے تھے جو نباتات کے فن میں کمال رکھتے تھے۔ چنانچہ ساتویں صدی میں اس عہدے پر ضیاء ابن بیطار المتوفی ۶۴۶ھ کا تقرر ہوا۔ جو اس فن میں اس درجہ کا کمال رکھتا کہ مسلمانوں میں کوئی شخص اسکا ہمسر پیدا نہیں ہوا۔ نباتات اور ادویہ پر یونان میں جو کتابیں لکھی گئیں۔ اور ان پر مسلمانوں نے جو کچھ اضافہ کیا تہا۔ اُسکو حفظ یاد تھیں۔ لیکن اسنے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ خود دور دراز ملکوں کا سفر کیا۔ یونان۔ اٹلی۔ جزائر بحر روم میں نباتات کی تحقیقات کی مصورین سے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتے تھے گھانسوں اور بوٹیوں کی تصویریں کھینچواتا تھا۔ اور ان کی مختلف حالتوں کی تاثیریں جداگانہ قلمبند کرتا تہا۔ اس نے یونانیوں کی بہت سی غلطیاں ظاہر کیں اور بہت سی نئی نباتات اور بوٹیاں دریافت کیں جو یونانیوں کو معلوم نہیں۔

اعمال جراحی والے

(۴) شفاخانوں میں جو لوگ اعمال یدمثلاً جراحی کحالی فصادی۔ وغیرہ کاموں پر مامور ہوتے تھے وہ فن طب کے پورے ماہر ہوتے تھے۔ آج کل کے ہندوستانی اطبا کا سا حال نہ تھا کہ جراحی و فصادی کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ قاہرہ میں سلطان صلاح الدین نے جو شفاخانہ قائم کیا تہا۔ اس میں کحالی کی خدمت قاضی نفیس الدین المتوفی ۶۳۶ھ کے سپرد تھی جو تمام مملکت مصر کے افسر الاطبائ تھے۔ شفاخانہ عضدیہ میں ابو الخیر۔ اور ابو الحسن بن تفاح جراحی کا کام کرتے تھے۔ ہڈیوں کے جوڑنے اور مرہم پٹی کرنے پر حکیم ابو الصلت مقرر تھا۔

شفاخانوں کے حالات میں جو کتابیں لکھی گئیں

اسلامی شفاخانوں کی یہ نہایت مختصر تاریخ ہے۔ اسلام میں اس صیغہ کو اسقدر وسعت ہوئی تھی کہ شفاخانوں کے حالات اور شفاخانوں کے تجربوں پر بہت سے اطبا مثل ابوبکر رازی۔ امین الدولہ بن تلمیذ۔ ابوسعید زاہد العلماء نے مستقل کتابیں لکھیں۔ مگر افسوس ہے کہ وہ کتابیں آج دنیا سے ناپید ہیں۔ اسلیئے ناظرین کو مجبوراً ہماری محدود اور ناکافی معلومات پر قناعت کرنی چاہیئے۔

شبلی نعمانی